ڈاکٹر نجیب جمال/خالد اقبال یاسر
پروفیسر شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور/
ڈائریکٹر، اکادمی ادبیات پاکستان، ایچ-ایٹ، اسلام آباد

اقبال، جمال الدّین افغانی اور اتّحادِ عالمِ اسلامی

Dr Najeeb Jamal

Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

Khalid Iqbal Yasir

Pakistan Academy of Letters, H-8, Islamabad

Iqbal, Jmaal ul Din Afghan and Worldwide Unification of Muslim Ummah

Both Iqbal and Jmaal ul Din Afghani are champions of Muslim renaissance. They promoted Islamic Solidarity and Universalism. Iqbal and Afghani envisaged a Worldwide Unification of Muslim Ummah through their writings, statements and speeches. Both saw great danger for Muslims to be duped by the artificial enhancement of western Civilization. This article is an attempt to enlighten the unity, cohesion and harmony of thoughts between these two ardent devotees and multidimensional personalities of Muslim world.

عالم اسلام کی انیسویں صدی کی ممتاز ترین شخصیت محمد بن صفدر المعروف جمال الدّین افغانی (۱۸۳۸/۱۸۳۹ء۔ مارچ ۱۸۹۷ء) عظیم مفکر، صاحبِ حکمت و دانش اور کشش انگیز راہنما تھے۔ ان کے نزدیک ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کا راز دو نکتوں میں پوشیدہ ہے۔ ایک نکتہ اغیار کی غلامی سے نجات ہے اور دوسرا اتّحادِ عالم اسلامی۔ انہوں نے اپنی جادو اثر تقریروں، جاذِب نظر شخصیّت، حسنِ خلق، منطق اور زورِ بیان سے ان گنت لوگوں کو اپنا حامی بنایا۔ مشہور فرانسیسی مصنف ارنَسٹ رینان انہیں ابنِ سینا اور ابنِ رُشد جیسی عظیم المرتبت مسلمان ہستیوں کے ہم پلّہ قرار دیتا ہے۔

وہ نہ صرف مفکّر و حکیم تھے بلکہ اہل نظر بھی تھے اور ان کی بصیرت نے اس عہد میں حالات کا مثلاً اسلامی ممالک کے زوال و انحطاط اور جمود و بے بسی، ان کی اقتصادی اور سیاسی زندگی پر یورپی ممالک کے روز افزوں تسلّط و اختیار اور مشرق میں دہریت کی نشر و اشاعت جس کا منبع ڈارونیت تھی، صحیح اندازہ لگایا۔

اپنی کتاب ''رک بہ دھریہ'' میں انہوں نے ڈارون کے نظریات کی تردید کی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''فقط مذہب

ہی معاشرت کے استحکام وسلامتی اور قوموں کی قوت کی ضمانت دے سکتا ہے جبکہ لادینی مادیت انحطاط وزوال کا سبب ہے۔ان کے نزدیک یہ دینِ اسلام اور اس کا عقیدہ توحید ہی ہے جو اجتماعی لحاظ سے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور بہترین امّت مسلمہ ہے اور انفرادی اعتبار سے اس سے انسان میں تقویٰ، صداقت اور حسن اخلاق پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے بعض مملکتوں کی سیاسی سیادت و تفوق کے زوال کو مادیت (مثلاً یونان میں ابیقوریت (Epicureanism) اور فرانس میں والٹیئر اور روسو کے نظریات) سے منسوب کیا ہے۔[۱]

یہی نہیں بلکہ انہوں نے عہد حاضر میں اسلامی نظریات پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے مدلّل اور مسکت جوابات بھی دیے ہیں۔ وہ اس امر کے شدّت سے قائل تھے کہ اسلام اور سائنس میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور دنیا کے ابتدائی نامور سائنسدان مسلمان ہی تھے۔عقیدۂ جبر وقدر کے سلسلے میں بھی انہوں نے عقیدۂ قدر یعنی آزادیٔ عمل کا پرچار کیا۔ جمال الدّین افغانی کی تحریک اتّحادِ عالمِ اسلامی کو مغربی مفکّرین منفی طور پر پان اسلام ازم کا نام دیتے ہیں، جیسا کہ آج کل انہوں نے بنیاد پرستی کی اصطلاح خود ہی وضع کر کے اسے قابلِ مذمّت قرار دے رکھا ہے۔ان کی اس تحریک کا مقصد اس وقت کی اسلامی ریاستوں کے درمیان اتّحاد اور تنظیم قائم کر کے ایک لڑی میں پرونا تھا جس کے لیے انہوں نے بے شمار مصائب، آلام اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور طویل سفر کیے۔اسی سلسلے میں وہ ایک سے زائد بار ہندوستان بھی آئے۔

جمال الدّین افغانی اپنی اس تشویش میں حق بجانب دکھائی دیتے ہیں کہ مغربی سامراجی قومیں اپنی محکوم قوموں کی تہذیب وثقافت کی نشوونما کو روکنے کے لیے اور ان کے جذبۂ حرّیت کو دبانے کی خاطر ان قوموں پر حقیقی تعلیم کے دروازے بند رکھتی ہیں اور انہیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ ان کے اندر کسی قسم کی کوئی اہلیّت یا خوبی نہیں ہے (رڈیارڈ کپلنگ کی مشہور نظم ''سفید آدمی کا بوجھ اس کی بدترین مثال ہے جس میں رنگ دار قوموں کو گالیاں تک دی گئی ہیں اور انسان تک تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا ہے)۔اپنی زبان کی کم مائیگی کا احساس پیدا کر کے درحقیقت وہ استبدادی اور سامراجی عزائم کی تکمیل کرنا چاہتی ہیں۔ جمال الدّین افغانی نے مشرقی اقوام کو اپنی زبان، اپنے ادب اور اپنی ثقافت کے حوالے سے اپنا قومی شعور پیدا کرنے کا پیغام دیا۔ان کے خیال میں اپنی گراں مایہ تاریخ کے بغیر دنیا میں کوئی قوم باعزت اور باوقار نہیں ہو سکتی۔

اسلامی دنیا میں انھی خیالات اور مقصد کے حصول کے لیے خلوصِ نیّت کے سبب جمال الدّین افغانی کا نام آج بھی عزّت واحترام سے لیا جاتا ہے۔وہ مشرقِ جدید کی تاریخ میں پہلے مجاہد تھے جن کی بصیرت نے ایک اسلامی بلاک کی ضرورت محسوس کی اور اسے امنِ عالم کی ضروری شرط ٹھہرایا۔[۲]

علامہ اقبال کے مطابق ''زمانہ حال میں اگر کوئی شخص مجدّد کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف جمال الدّین افغانی ہے۔ مصر وایران وترکی کے مسلمانوں کی تاریخ جب کوئی لکھے گا تو اسے سب سے پہلے عبدالوہاب نجدی اور بعد میں جمال الدّین افغانی کا ذکر کرنا ہوگا۔موٴخرالذکر ہی اصل میں موٴسس ہے، زمانہ حال کے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا۔[۳]

اقبال کے اس نقطۂ نظر پر یہ اضافہ کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے ضمن میں جمال الدّین افغانی سے اگلا نام خود اقبال کا ہے اور اس کے بعد ترکی کے ضیاء گوک الپ اور مصر کے سعد زاغلول کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں۔اقبال کی شاعری کے ایک سرسری مطالعہ ہی سے یہ اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں رہتا کہ ان کا کلام سرتاسر جمال الدّین افغانی کے خیالات ہی کا تخلیقی پرتو ہے۔ انہوں نے جمال الدّین افغانی کی اس شکایت کو رفع کرنے کی کامیاب کوشش کی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ ہرچند کہ ان کے خطبات بھی جمال الدّین افغانی ہی کے افکار کی توسیع ہیں تاہم انہوں نے جاوید نامہ میں بھی ان کا جابجا ذکر کیا ہے اور انہیں مشرق اور دنیائے اسلام کا عظیم مفکر قرار دیا ہے۔

اقبال، پان اسلام ازم کی اصطلاح کے پس پردہ مغربی استبداد کے پروردہ اور پرچارک مفکّرین کے مذموم عزائم

جانتے تھے، اسی لیے اقبال نے پان اسلام ازم کے بارے میں ایک بیان کے ذریعے یہ تشریح ضروری سمجھی...... پین اسلام ازم کا لفظ فرانسیسی صحافت کی ایجاد ہے اور یہ لفظ ایسی مفروضہ سازش کے لیے استعمال کیا گیا تھا جو اس کے وضع کرنے والوں کے خیال کے مطابق اسلامی ممالک غیر اسلامی اقوام خاص کر یورپ کے خلاف کر رہے تھے۔ بعد میں پروفیسر براؤن آنجہانی اور دیگر اشخاص نے پوری تحقیقات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کہانی بالکل غلط تھی۔ پین اسلام ازم کا ہوّا پیدا کرنے والوں کا منشا صرف یہ تھا کہ اس کی آڑ میں یورپ کی چیرہ دستیاں جو اسلامی ممالک میں جاری تھیں وہ جائز قرار دی جائیں۔

پین اسلام ازم سے اسلام کی عالمگیر سلطنت بہت مختلف ہے۔ اسلام ایک عالمگیر سلطنت کا یقیناً منتظر ہے جو نسلی امتیازات سے بالاتر ہوگی اور جس میں مطلق العنان بادشاہوں اور سرمایہ داروں کی گنجائش نہ ہوگی۔ (۴)

اس کے ساتھ ساتھ اقبال نے ہندوستانی سیاسی پس منظر میں ہندوؤں کی پھیلائی ہوئی گرد کو بھی صاف کرنے کے لیے پین اسلام ازم کی وضاحت کی اور مسلمانوں کو ہندوستان میں ایک علیحدہ معاشرتی جماعت، علیحدہ اقلیت اور علیحدہ قوم قرار دیا۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں سجاد حیدر یلدرم کی تحریک پر مولانا شبلی نے علامہ اقبال کا خیر مقدم کیا تو جواباً انہوں نے جو کلمات فرمائے ان سے پان اسلام ازم کے بارے میں اقبال کے مثبت خیالات کی ترجمانی ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہوتی ہے:

''میری نظموں کے متعلق بعض ناخدا ترس لوگوں نے غلط باتیں مشہور کر رکھی ہیں اور مجھ کو پین اسلام ازم کی تحریک پھیلانے والا بتایا جاتا ہے۔ مجھ کو پان اسلامسٹ ہونے کا اقرار ہے اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ہماری قوم ایک شاندار مستقبل رکھتی ہے اور جو مشن اسلام کا اور ہماری قوم کا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ شرک اور باطل پرستی دنیا سے ضرور مٹ کر رہے گی اور اسلامی روح آخرِ کار غالب آئے گی۔ اس مشن کے متعلق جو جوش اور خیال میرے دل میں ہے، اپنی نظموں کے ذریعے قوم تک پہنچانا چاہتا ہوں اور اس اسپرٹ کے پیدا کرنے کا خواہشمند ہوں جو ہمارے اسلاف میں تھی کہ دولت و امارت کو وہ اس دارِ فانی کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ میں جب کبھی دہلی آتا ہوں تو میرا یہ دستور رہا ہے کہ ہمیشہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے مزار پر جایا کرتا ہوں اور وہاں کے دیگر مزارات وغیرہ پر بھی ہمیشہ حاضر ہوا کرتا ہوں۔ میں نے ابھی ایک شاہی قبرستان میں ایک قبر پر الملک للہ کا کتبہ دیکھا۔ اس سے اسلامی جوش کا اظہار ہوتا ہے جو دولت اور حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں میں تھی۔ جس قوم اور جس مذہب کا یہ اصول ہو، اس کے مستقبل سے ناامیدی نہیں ہو سکتی اور یہی وہ پان اسلام ازم ہے جس کا شائع کرنا ہمارا فرض ہے اور اس قسم کے خیالات کو میں اپنی نظموں میں ظاہر کرتا رہتا ہوں۔ (۵)

یہاں یہ ذکر بے محل نہیں ہوگا کہ اقبال کے مندرجہ بالا بیانات میں بھی جمال الدین افغانی کی روح بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اقبال کی نظموں 'خطاب بہ نوجوانان اسلام'، 'حضور رسالت مآب میں'، 'شفاخانہ حجاز'، 'شکوہ'، 'جواب شکوہ'، 'تعلیم اور اس کے نتائج'، 'فاطمہ بنت عبداللہ'، 'تہذیب حاضر'، 'کفر و اسلام'، 'بلال'، 'مسلمان اور جدید تعلیم'، 'صدیق'، 'مذہب'، 'جنگ یرموک کا ایک واقعہ'، 'دریوزۂ خلافت'، 'حضر راہ'، 'طلوعِ اسلام (مشمولہ بانگ درا)'، 'مسجد قرطبہ'، 'ہسپانیہ'، 'طارق کی دعا'، 'فرشتوں کی دعا'، 'فلسفہ و مذہب (مشمولہ بال جبریل)'، 'لا الہ الا اللہ'، 'مسلمان کا زوال'، 'جہاد'، 'قوت اور دین'، 'اسلام'، 'افرنگ زدہ'، 'اے روح محمدؐ'، 'مکہ اور جینوا'، 'اقوام مشرق'، 'مغربی تہذیب'، 'آزادئ فکر'، 'عصر حاضر'، 'سیاسیات افرنگ' وغیرہ (مشمولہ ضرب کلیم) جمال الدین افغانی کے افکار کی ترویج و توسیع اور فروغ کا ہنگام سمجھی جا سکتی ہے۔ درحقیقت اقبال نے اپنے کلام سے ان کی تحریک کو ایک ادبی تحریک بنا دیا ہے۔ اقبال کا اپنا یہ کہنا ہے کہ ''میرا مقصد کچھ شاعری نہیں بلکہ

ہندوستان کے مسلمانوں میں وہ احساسِ ملیہ پیدا ہو جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا خاصہ تھا۔ (۶)

ایک اور مقام پر اقبال نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "ہمارے ملّی اتحاد کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہبی اصول پر ہماری گرفت مضبوط ہو۔۔۔ میں آزاد تعلیم کا قائل نہیں۔ تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضروریات کے تابع ہوتی ہے۔" (۷)

اسلام نے عالمِ انسانیت میں ایک انقلاب عظیم بپا کر کے انسان کو رنگ و نسل، نام و نسب اور ملک و قوم کے ظاہری اور مصنوعی امتیازات کے محدود دائروں سے نکال کر ایک وسیع تر ہیئتِ اجتماعیہ کی شکل دی۔ افغانی کی طرح اقبال کے نزدیک یہ ہئیت اجتماعیہ اسلامیہ قائم کرنا ہی اسلام کا نصب العین ہے۔ اسلام نے اخوت اور بھائی چارے کا یہ وسیع نظام قائم کرنے کا کارنامہ انجام دے کر دکھا دیا تھا مگر بدقسمتی سے یہ وحدت قائم نہ رہ سکی اور مسلمان مختلف فرقوں، گروہوں اور جماعتوں میں بٹتے چلے گئے۔ اقبال مسلمانوں کو پھر اسی اخوت اسلامی کی طرف لوٹنے کی تلقین کرتے ہیں اور ایک ملّت میں گم ہونے کا سبق سکھاتے ہیں۔ وہ ایک ایسی عالمگیر ملّت کے قیام کے طلب گار ہیں جس کا خدا، رسول، کتاب، کعبہ، دین اور ایمان ایک ہو۔

مُنفِعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک (۸)

اسی جذبے سے اقبال نے مسلمانوں کو اخوت کا پیغام دیا۔ اسلامی تعلیمات عالمگیریت سے مملو ہیں اور اسلام تمام نوعِ انسانی کو اخوت کی لڑی میں پرو کر ہیئت اجتماعیہ اسلامیہ کے قیام کی دعوت دیتا ہے تاکہ انسان کی ہوس کا علاج ہو سکے۔ لیکن اقبال کے نزدیک اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ممالک ایک لڑی میں پروئے جائیں۔ انہوں نے جمعیتِ اقوام پر اس طرح طنز کیا ہے۔

مکّہ نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیّتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟ (۹)

بعد ازاں انہوں نے اپنے خطبات میں مسلمان قوموں کی ایک علیحدہ تنظیم کی ضرورت پر زور دیا ہے جو انسانوں کے درمیان اخوت کا جذبہ پیدا کرے۔ رموزِ بیخودی میں انہوں نے اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر علیحدہ عنوان قائم کر کے اپنے مفکّرانہ نکات بیان کیے ہیں۔ اخوت اسود و احمر کی تمیز مٹا دیتی ہے جس سے بلال حبشیؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے ہمسر ٹھہرتے ہیں۔ یہی اخوت ملّت کے قیام کی بنیاد ہے اسی سے خیر و شر اور نیکی و بدی کے معیار میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے ورنہ ہر شخص اپنے معیار خود طے کرے اور معاشرے کا شیرازہ بکھر جائے۔ یہ مساوات اور اخوت اقبال کے اشعار کے مطابق رسالتِ محمدی کی دین ہیں۔ حریت مساوات اور اخوت کی تاسیس و تشکیل رسالتِ محمدی کا مقصد تھا۔ اسلام نے انسان کو انسان کی عبادت سے روکا۔ لاقیصر ولاکسریٰ کا اعلان اسلام نے کیا۔ کاہن، پادری، برہمن، سلطان، امیر سب مذہب کے، سیاست کے اور معاشرت کے اجارہ دار تھے اور عام لوگوں کا استحصال کرتے تھے۔ ان کی توہّم پرستی اور کمزوری سے مفادات حاصل کرتے تھے، لیکن رسولوں نے آ کر حق داروں کو ان کا حق دلانے کا کام شروع کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول سے سیرت کی فضیلت قائم ہوئی۔ انہوں نے محنت کر کے روزی کمانے والے کو خدا کا حبیب گردانا۔ ان تعلیمات سے صرف اسلامی معاشرہ ہی نہیں پوری انسانیت فیض یاب ہوئی۔

تازہ جاں اندر تنِ آدم رمید۔۔ بندہ را باز از خداونداں خرید (۱۰)

اخوت و مساوات نے فرد کو ایک ملّت میں ضم کر کے اسے پوری ملّت کی قوت فراہم کی۔ اس نے فرد کے دل سے خوف اور

یاس کو دور کیا اوران کے اندر ایسی قوت اوراعتماد پیدا کیا کہ حوادث کے تیران پر بے اثر ہونے لگے۔ملّت کا احساس دلوں کی یک رنگی اور ہم آہنگی سے پیدا ہوا۔ ایرانیوں کے خلاف جہاد کے دوران ایک معمولی سپاہی کی طرف سے انجانے میں ایرانی فوج کے سپہ سالار جابان کی جاں بخشی کی اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی طرف سے توثیق اس امر کی مظہر تھی کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ایک کا وعدہ سب کا وعدہ ہے۔ اگر امان کسی عام سپاہی نے بھی دی ہے تو اسی ملّت کا حصہ ہے اور اسی وعدے کی پاسداری سب بھائیوں کا فرض ہے۔ انہوں نے ملّت کی یک آہنگی کو اتنے بڑے جابر اور ظالم قاتل کے قتل کے مقابلے میں زیادہ اہم قرار دیا۔ اسی طرح سلطان مراد کی ایک معمار کے ہاتھ کاٹنے پر عدالت میں پیشی اور قصاص کی سزا کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کرنا بھی اخوت اور مساوات کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

اخوت، حریت اور مساوات ایک دوسرے سے باہم متّصل اور پیوست تصوّرات ہیں۔ ایک کے بغیر دوسری اصطلاح، کیفیت، روایت یا اصول بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ اقبال نے حریت کو اسلامی معاشرے کی اہم ترین قدر کے طور پر پیش کیا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں حریت کی ایسی روشن مثالیں قائم ہوئیں کہ ہم آج بھی ان سے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس دور میں عام سے عام آدمی مسجد میں، عدالت میں اور برسرِ عام امیر المومنین سے ان کے کسی فعل پر باز پرس کر سکتا تھا اور کسی دنیاوی جاہ و جلال، سلطنت سے مرعوب نہیں ہوتا تھا بشرطیکہ وہ دل اور ذہن سے خود کو حق پر سمجھتا ہو۔ دوسری طرف خلیفۂ وقت خوشدلی سے باز پرس کا جواب دیا کرتا تھا۔ مساوات اور حریت کی ایسی مثالیں اور نمونے دنیا کا کوئی معاشرہ اور ریاست آج تک پیش نہیں کر سکی۔ سیرت کی فضیلت کے اصول اور بنیادی اسلامی قدر پر کاری ضرب امیر معاویہ نے لگائی جب انہوں نے اپنے فرزند یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا جس کے کردار سے ملّت کے افراد اور اکابرین مطمئن نہیں تھے اور اسے عاقل، عادل اور متّقی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی واقعے نے امّتِ مسلمہ کی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ اس سے نظامِ حریت کی شکست و ریخت کا آغاز ہوا اور خلافت، سلطنت اور خلیفہ، بادشاہ میں بدل گیا۔ ایسے میں حضرت امام حسینؓ نے حریت کا علم بلند کیا اور مطلق العنان سلطانی جو آئندہ چل کر استبداد کا سرچشمہ اور پھر سے قیصریت کی طرح بننے والی تھی، کے خلاف تلوار اٹھائی اور حریت عوام النّاس کے حقِ خود ارادیت کے تحفّظ اور روحانی جمہوریت کے قیام کے لیے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانوں کی قربانی دی۔ اقبال نے حریت کے اس فلسفے کو اپنی مشہور علامت 'شاہین' کی خصوصیات کے ذریعے بھی واضح کیا ہے کیونکہ شاہین ہمیشہ آزاد فضاؤں میں محوِ پرواز ہوتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت عزیز احمد نے اس طرح کی ہے۔ اس وسعتِ پرواز کے باعث، حیات کی ایک اور بڑی قدر شاہین میں نمایاں ہوتی ہے۔ یہ آزادی ہے۔ شاہین کی وسعت پرواز یا اس کی نشو و نما محض آزادی کے حالات میں ممکن ہے ورنہ غلامی میں شاہین تدروے سے بھی زیادہ بزدل بن جائے گا۔

تنش از سایہ بال تدروے لرزہ می گیرد
چو شاہیں زادہ اندر قفس بادانہ می سازد
غلامی شاہین کی آنکھوں کو اندھا کردیتی ہے
فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفّاش

چنانچہ اقبال کا شاہین کافوری، میر و سلطان کا پالا ہوا باز ہرگز نہیں ہوسکتا جو اپنی رفعت پرواز چھوڑ کر پھر سے اپنے مالک کے پاس آب و دانہ کے لیے آبیٹھتا ہے جو محض میر اور سلطان کے اشارے پر طیور کا شکار کرتا ہے۔(۱۱) اور اس کے جور و استبداد میں شریک اور آلہ کار بن جاتا ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی (۱۲)

دنیائے اسلام اس وقت جمال الدّین افغانی اور اقبال کے نزدیک وطنیت اور قومیت کے مغربی نظریات سے متاثر ہے۔اس کی وجہ ان کی مغرب کے ہاتھوں صدیوں کی غلامی اور محکومی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ: اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ جلد نمبر ۷، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ص: ۳۷۴، ۳۷۵

۲۔ ایضاً: ص ۳۸۰

۳۔ علامہ محمد اقبال، اقبال نامہ، حصّہ دوم، مرتبہ: شیخ عطاء اللہ، شیخ محمد اشرف، لاہور، س ن ص: ۲۳۱، ۲۳۲

۴۔ علامہ محمد اقبال، گفتارِ اقبال، مرتبہ: محمد رفیق افضل مذکور، ص: ۱۷۷، ۱۷۸

۵۔ علامہ محمد اقبال: مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبدالواحد معینی، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۸۴، ۱۸۵

۶۔ علامہ محمد اقبال: مکاتیبِ اقبال بنام گرامی، مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی، اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۸۱ء، ص: ۱۳۶

۷۔ علامہ محمد اقبال: شذرات فکر اقبال، مترجم (ڈاکٹر) افتخار احمد صدیقی مذکور، ص: ۸۵

۸۔ علامہ محمد اقبال: بانگ درا مشمولہ کلیات اقبال، اردو مذکور ص: ۲۰۲

۹۔ علامہ محمد اقبال: ضربِ کلیم مشمولہ کلیات اقبال اردو مذکور ص: ۵۸

۱۰۔ علامہ محمد اقبال: مشمولہ کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ ۱۹۸۱ء، ص: ۱۰۴

۱۱۔ عزیز احمد: اقبال، نئی تشکیل، گلوب پبلشرز، لاہور ۱۹۶۸ء، ص: ۳۶۲، ۳۶۳

۱۲۔ علامہ محمد اقبال، بال جبریل، مشمولہ کلیات اقبال، اردو مذکور، ص: ۱۷